مفتیانِ کرام سے رہنما خطاب

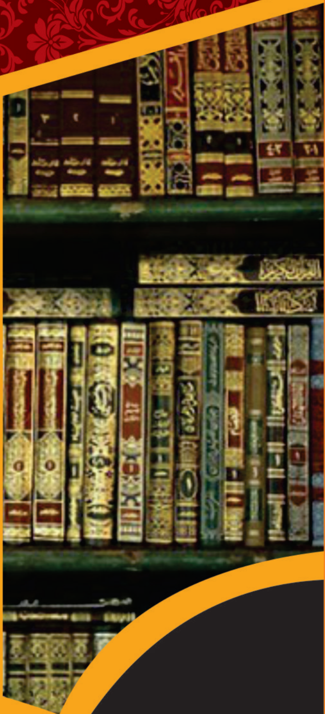

افادات

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم
سابق صدر مفتی وحال شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین۔ ڈابھیل

ناشر
دار الحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ
Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com/
سوداگرواڑہ، سورت، گجرات۔ (الہند)

DARUL IFTAA
MAHMUDIYYAH
35 Candella Rd, Sherwood, Durban, 4091, South Africa
Email: admin@daruliftaa.net Tel: 031 207 5772 Fax: 086-692 7275

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالافتاء محمودیہ ڈربن جنوبی افریقہ

دارالافتاء محمودیہ ڈربن شہر کے ایک قصبہ شیر وڈ میں واقع ہے۔ دارالافتاء محمودیہ کا انتساب حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف ہے۔ حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہ نے دارالافتاء کی بنیاد رکھی، اس کا نام تجویز فرمایا اور حضرت مفتی صاحب ہی کی سرپرستی میں یہ ادارہ چل رہا ہے۔

خدمات دارالافتاء محمودیہ

- قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں کی رہنمائی کی جاتی ہے
- مختلف ممالک امریکہ، کینیڈا، روس، برطانیہ وغیرہ سے آنے والے علماء کو "افتاء" کی خصوصی تربیت دی جاتی ہے
- پیچیدہ فقہی مسائل کی تحقیق اور عصر حاضر کے مسائل کو حل کیا جاتا ہے
- ہماری ویبسیٹس askimam/idealwoman/daruliftaa پر ۴۰،۰۰۰ کے قریب فتاویٰ ہیں اور یہ ویبسیٹس عالمی سطح پر ۱۲۳ ملکوں میں خدمات فراہم کرتی ہیں
- دارالافتاء میں دارالقضاء بھی قائم ہے، جہاں ازدواجی، معاشی، معاشرتی وغیرہ مسائل کو حل کیا جاتا ہے
- حلال سرمایہ کاری کے حوالہ سے تاجرین کی رہنمایی کی جاتی ہے
- مشہور ریڈیو چینل CII کا دینی مسائل کا ہفتہ وارانہ پروگرام اسی دارالافتاء سے نشر ہوتا ہے
- دارالافتاء محمودیہ کی شاخیں دارالافتاء کی شکل میں بفضلہ تعالیٰ افریقہ، امریکہ، یورپ، آسٹریلیا، روس وغیرہ میں خدمات فراہم کر رہی ہیں
- Contemporary Fatawa نامی انگریزی فتاویٰ کی طباعت کا شرف اس ادارہ کو حاصل ہے
- idealwoman نامی فتاویٰ جو نسوانی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا ہے زیر طباعت ہے

دارالافتاء محمودیہ کے امیر مفتی ابراہیم دیسائی صاحب حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہ کے شاگرد رشید ہیں، حضرت اقدس سے آپ نے فقہ اور حدیث پڑھی، نیز مفتی ابراہیم دیسائی صاحب افتاء اور فتاویٰ میں حضرت مفتی احمد صاحب مدظلہ کے تربیت یافتہ ہیں. محض اللہ کے فضل وکرم اور غوث وقت حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہ کی مسلسل دعاؤں اور ان کے جذبہ صادقہ کی بدولت یہ خدمات انجام دی جاتی ہیں.

"مفتیان کرام سے رہنما خطاب"

مکرم ومحترم حضرت الاستاذ مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب زید مجدہم کی شخصیت، ملک اور بیرون ملک میں محتاج تعارف نہیں، حضرت والا کو عوام وخواص میں جو عظمت اور قبولیت حاصل ہے وہ اللہ پاک کا ایک خصوصی عطیہ ہے. وعظ ونصیحت کے ذریعہ بے شمار مخلوق کو فیض پہنچا. ضرورت تھی کہ حضرت مفتی صاحب کی تقریر کی اشاعت کی جائے. الحمدللہ زیر نظر مجموعہ "مفتیان کرام سے رہنما خطاب" اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہے. حضرت مفتی صاحب نے دارالافتاء محمودیہ کے جلسہ میں یہ بصیرت افروز خطاب فرمایا تھا جس میں حضرت مفتی صاحب نے عوام اور اہل علم کو اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ فرمایا اور دیگر اہم مباحث پر محققانہ کلام فرمایا. ہم تہے دل سے حضرت مفتی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور گزارش کرتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب مستقبل میں بھی ہمیں مستفید ہونے کا موقع فراہم کریں. حق تعالیٰ اس مجموعہ کو نفع عام کا ذریعہ بناوے اور حضرت مفتی صاحب کے فیوض وبرکات سے تادیر سب کو مستفید فرمائے. آمین

انتظامیہ دارالافتاء محمودیہ

مفتیانِ کرام سے رہنما خطاب

افادات

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیۃ

بمقام: ڈربن (جنوبی افریقہ)

۸/۶/۲۰۱۳ء

ناشر

دارالحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ

سوداگرواڑہ، سورت، گجرات۔ (الہند)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	روزمرہ کے مسائل سے واقفیت	۸
۲	علمِ دین کے دو درجے	۸
۳	فرضِ عین کی تفصیل	۸
۴	مکاتب کے قیام کا مقصد	۹
۵	فرضِ کفایہ کی تفصیل	۹
۶	تاجر کے لیے پابندی	۱۰
۷	زائد مسائل جاننے والوں کی ضرورت	۱۰
۸	فرضِ کفایہ کی مقدار	۱۰
۹	فرضِ عین کے حامل فضلاء......	۱۱
۱۰	مفتی کی بھی ضرورت ہے......	۱۱
۱۱	رجوع کرنا ضروری ہے......	۱۱
۱۲	سرکاری کاموں میں رجوع کا معمول	۱۲
۱۳	اگر بیوی کے ساتھ نہیں جمتی تو......	۱۲
۱۴	ہماری لاپروائی......	۱۳
۱۵	کسی بھی وقت آجاؤ......	۱۳

۱۶	ایک ذاتی واقعہ	۱۳
۱۷	قبیلۂ بنوتمیم کی بے وقت آمد	۱۴
۱۸	مفاخرہ کی حقیقت	۱۴
۱۹	آدابِ حضوری کے قرآں سے کوئی سیکھے	۱۵
۲۰	پگھلنا علم کی خاطر مثالِ شمع زیبا ہے	۱۵
۲۱	......ہمیں اسی طرح حکم دیا گیا ہے	۱۶
۲۲	العالم فی قومه كالنبي في أمته	۱۶
۲۳	آمدم برسرِ مطلب	۱۶
۲۴	چوں ورع شد یار با علم و عمل	۱۷
۲۵	ترکے سے متعلق خلافِ شرع کارروائی	۱۷
۲۶	حضراتِ صحابۂ کرام کا معمول	۱۸
۲۷	اِفتاء اور اِستفتاء کا مطلب	۱۸
۲۸	مفتی ایک پُل کی طرح......	۱۸
۲۹	القابِ دینیہ درحقیقت صفاتِ اِلٰہیہ	۱۹
۳۰	مقرر اور مفتی میں فرق	۲۰
۳۱	مفتیٔ اعظم کا مستفتیوں کے ساتھ سلوک	۲۰
۳۲	افتاء کا طریقہ ماہر مفتی سے سیکھے	۲۰
۳۳	بصیرت ضروری ہے	۲۱

۳۴	حالاتِ حاضرہ سے ناواقف جاہل ہے	۲۱
۳۵	موجودہ طور وطریق سے واقفیت	۲۲
۳۶	پہلے صورتِ مسئلہ سمجھے	۲۲
۳۷	ماہرین کی بھی مدد لے	۲۲
۳۸	کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی	۲۳
۳۹	سارے مسائل کا میرے پاس جواب ہے!	۲۳
۴۰	''لاأدری'' سیکھنا بھی ضروری ہے	۲۳
۴۱	''لاأدری'' بھی علم ہے	۲۴
۴۲	شاگردوں کو بھی ''لاأدری'' سکھاؤ!!!	۲۴
۴۳	خدائی اور نبوت کا دعویٰ	۲۴
۴۴	......پھر اصرار کیوں؟؟؟	۲۵
۴۵	رجوع کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں	۲۵
۴۶	یہ اسلامی طریقہ نہیں	۲۵
۴۷	اختلافی مسائل میں اکابر کا رویہ	۲۶
۴۸	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی ''لاأدری'' کہا ہے	۲۶
۴۹	حضرت فقیہ الامت کا عمل	۲۷
۵۰	ایک فیملی مفتی بھی ہونا چاہیے	۲۷

۵۱	اس جہاں میں کوئی کامل ومکمل نہیں ہوتا	۲۸
۵۲	اسعدؔ مطالعے میں گزاروں تمام عمر	۲۸
۵۳	حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا مطالعہ	۲۹
۵۴	جواب دینے میں عجلت نہ کریں	۲۹
۵۵	اپنی ذاتی اصلاح کو اولین ترجیح دیجیے	۲۹
۵۶	اپنی بربادی کے ہم خود ذمہ دار ہیں	۳۰
۵۷	عمل میں علماء کا مقام عوام سے بلند ہو......	۳۰
۵۸	انگشت نمائی کا موقع نہ دیں	۳۰
۵۹	تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں	۳۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالناونعوذبالله من شرورأنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلامضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ونشهد أن سيدنا و مولانا محمداً عبده ورسوله أرسله إلى كافة الناس بشيراً ونذيراً وداعياً إلى الله بإذنه وسراجاً منيراً صلى الله تعالى عليه وعلى آله وأصحابه وبارك وسلم تسليماً كثيراً كثيراً.

أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم۝ بسم الله الرحمٰن الرحيم۝ **فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ**﴿التوبة: ١٢٢﴾ **وقال تعالى: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ**﴿النحل: ٤٣﴾.

حضراتِ علماءِ کرام، مشائخِ عظام اور میرے مسلمان بھائیو!

حضرت مولانا سلیمان صاحب - اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے علوم میں خوب برکت عطا فرمائے - کی باتیں سن کر مجھے خود بھی بڑا فائدہ پہنچا، انشراح ہوا۔ نصیحت کے نام سے اب کچھ اور کہنے کی تو ضرورت ہے نہیں، البتہ آج کی مجلس کی مناسبت سے جو دو چار باتیں سوچ کر آیا تھا، اسی سلسلے میں کچھ عرض کروں گا۔

روزمرہ کے مسائل سے واقفیت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر مسلمان کو اس بات کا مکلف بنایا ہے کہ اس کی زندگی کی ہر حرکت وسکون اور ہر چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو۔ چناں چہ ایک مسلمان کو روزمرّہ جو امور پیش آتے ہیں، ان سے متعلق مسائل سے واقفیت حاصل کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔

علمِ دین کے دو درجے:

اسلام نے علم کے دو درجے بتائے ہیں: (۱) فرضِ عین (۲) فرضِ کفایہ۔ فرضِ عین کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے وہ احکام جن کا جاننا ہر ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، جو آدمی کو روزانہ پیش آتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے، بحیثیت مسلمان جب تک وہ ان امور کی معلومات حاصل نہیں کرے گا، تب تک وہ ایمان واسلام کے تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتا۔

فرضِ عین کی تفصیل:

جب کوئی بچہ بالغ ہوتا ہے- چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی- تو اس پر نماز اور روزہ فرض ہوجاتا ہے، اگر وہ صاحبِ نصاب ہے تو زکوٰۃ بھی فرض ہو جاتی ہے، صاحبِ استطاعت ہے تو حج بھی فرض ہوجاتا ہے۔ یہ عبادات آدمی پر اس کے بالغ ہوتے ہی عائد ہوجاتی ہیں، ان میں پہلی دو عبادتیں تو ہر ایک پر فرض ہیں، کوئی بھی بچا ہوا نہیں، ان عبادتوں کی ادائیگی کے لیے جن جن مسائل سے واقفیت ضروری ہے، ان میں طہارت وغیرہ کے مسائل ہیں۔

اسی طریقے سے معاشرت یعنی ماں باپ، میاں بیوی، بھائی بہن، رشتہ داروں کے

آپسی حقوق کو معلوم کرنا ضروری ہے، بحیثیت مسلمان؛ ایک مسلمان کے لیے ضروری اور بنیادی عقائد کو جاننا بھی ضروری ہے؛ اس لیے اس کو اولین درجہ حاصل ہے، اولین درجہ میں اسی کو سکھایا جاتا ہے، اگر اس میں کوئی کمی رہ گئی تو ایمان ہی باقی نہیں رہتا۔ الغرض عقائد و عبادات، بالخصوص نماز اور روزے کے مسائل جاننا ضروری ہے۔

یہ تو علم کی وہ مقدار ہے جس کو حاصل کرنا شریعت نے ہر ایک کے واسطے فرض قرار دیا ہے، جس کو ہم اور آپ فرضِ عین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

مکاتب کے قیام کا مقصد:

ان چیزوں سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے ہمارے اکابر نے مکاتب کا سلسلہ جاری فرمایا ہے، ہر بستی کے اندر ایک مکتب کا نظام ہوتا کہ ہر مسلمان کے ہر بچے کو اس میں بھیج کر اِن امور سے واقف کرایا جاسکے، کوئی مسلمان بچہ ایسا نہ ہو جو اس تعلیم سے محروم رہے، بلکہ ہر ایک کو دین کی ضروری معلومات سے آراستہ کیا جائے۔ ان مکاتب کے نصاب میں جو چیزیں شامل کی گئی ہیں، تقریباً وہی ہیں جن کا جاننا ایک مسلمان کے لیے بحیثیت مسلمان ضروری اور فرض ہے۔ یہ تو علم کی وہ مقدار ہوئی جو فرضِ عین ہے۔

فرضِ کفایہ کی تفصیل:

دوسری قسم ہے فرضِ کفایہ۔ یعنی وہ مسائل جو ہر ایک کو پیش نہیں آتے بعض لوگوں کو پیش آتے ہیں، تو ایسے مسائل کے جاننے والے ہر علاقے اور بستی میں، اتنے ہونے چاہیے کہ جب لوگوں کو ضرورت پیش آئے، تو ان کی طرف رجوع کرسکیں اور وہ ان کی رہنمائی کریں۔ مدارسِ عربیہ لوگوں کو یہی علم (فرض کفایہ) سکھاتے ہیں۔

تاجر کے لیے پابندی:

ایک تجارت کرنے والے مسلمان کو شریعت اس بات کا پابند بناتی ہے کہ وہ خرید و فروخت کے ضروری مسائل سے واقفیت حاصل کرہی لے، اس کے بغیر شریعت اس کو تجارت کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بازار کے اندر اسی کو تجارت کرنے کی اجازت ملتی تھی جو ان چیزوں سے واقف ہو۔ تو تاجر کے لیے اتنے مسائل کا جاننا ضروری ہے، جن پر تجارت موقوف ہے۔

زائد مسائل جاننے والوں کی ضرورت:

اگر کچھ مسائل نئے پیش آئیں، تو ان کو بتلانے والے ایسے علماء علاقے، بستی اور قرب وجوار میں ہونے چاہییے، جن سے لوگ رجوع کرسکیں۔

فرضِ کفایہ کی مقدار:

اسی طرح معاشرت سے متعلق، گھروں میں پیش آنے والے معاملات سے متعلقہ ضروری مسائل سے واقفیت تو ہر ایک لیے ضروری ہے، لیکن اس سے زائد مقدار کے لیے ایسے افراد ہونے چاہییے، جو ان مسائل سے واقف ہوں، اسی مقدار کو شریعت اور فقہاء کی اصطلاح میں فرضِ کفایہ والی مقدار کہا جاتا ہے۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ: ہر جماعت میں سے کچھ ایسے لوگ ہونے چاہییے، جو دین کے مسائل سے واقفیت حاصل کریں اور بوقتِ ضرورت لوگوں کو مسائل بتلاسکیں۔

فرضِ عین کے حامل فضلاء......:

اہلِ علم کا طبقہ اور مدارسِ عربیہ؛ فرضِ کفایہ کی اسی مقدار کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہیں، ویسے ان مدارس میں ایسے افراد بھی عمومی عالم کے نام سے تیار کیے جاتے ہیں، جو فارغ ہونے کے بعد اپنی اپنی جگہ مکاتب میں خدمت انجام دیتے ہیں، یعنی یہ حضرات فرضِ عین کی مقدار-جس کا جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے- سے واقف کرنے کا کام کرتے ہیں۔

مفتی کی بھی ضرورت ہے......:

ان ہی فارغین میں کچھ مزید باصلاحیت ایسے ہوتے ہیں، جن کو اور بھی زیادہ تربیت دی جاتی ہے اور ان سے تخصص کے نصاب کروائے جاتے ہیں، وہ مفتی بنتے ہیں اور ان کو اس لائن سے واقف کرا کر لوگوں کو فائدہ پہنچانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

امت میں اس سلسلے کا ہونا بھی ضروری ہے؛ تاکہ لوگ بوقتِ ضرورت ان کی طرف رجوع کر سکیں۔

رجوع کرنا ضروری ہے......:

قرآنِ پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاص طور پر تاکید فرمائی ہے: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی بھی کام کو اس سے متعلقہ شرعی ہدایات سے واقفیت حاصل کیے بغیر انجام دے، بلکہ جب بھی وہ کوئی کام کرنا چاہے، تو وہ شرعاً اس بات کا مکلف اور پابند ہے کہ پہلے ان حضرات سے رجوع کرے، جو ان مسائل اور شریعت کے احکام سے واقف ہیں، اس کے بعد ان کی

ہدایات کے مطابق عمل کرے۔

سرکاری کاموں میں رجوع کا معمول:

جیسے: آپ اگر کوئی پراپرٹی خریدنا چاہیں، تو سب سے پہلے اس کی خریداری سے متعلقہ حکومتی قوانین سے واقفیت حاصل کرتے ہیں، اور اس لائن کے ماہرین وُکلاء سے رجوع کرتے ہیں، اور پوری احتیاط برتتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں پراپرٹی خریدوں پیسے دے دوں اور اس کے بعد میرے پیسے ضائع ہو جائیں۔ ہر چیز میں اس کا خیال کرتے ہیں، جہاں جہاں حکومت سے معاملہ پڑتا ہے، وہاں ہر آدمی قانون کے ماہرین سے رجوع کرنے کے بعد قدم آگے بڑھاتا ہے۔ یہ نہیں کہ پہلے کام کر لیا اور اس کے بعد ماہرین سے جا کر کے پوچھا۔

اگر بیوی کے ساتھ نہیں جمتی تو......:

ہمارے یہاں شرعی امر میں لوگوں کا یہ مزاج بنتا جا رہا ہے کہ مسائل کو معلوم کیے بغیر کوئی کام کر گزرتے ہیں، پھر مسائل پوچھتے ہیں۔ طلاق کا مسئلہ ہی لے لیجیے۔ اب خدانخواستہ کسی کی اپنی بیوی کے ساتھ جمتی نہیں ہے اور اس کا ارادہ علیحدگی کا ہے، تو کوئی حرج نہیں، لیکن اس کو چاہیے کہ وہ پہلے اس سلسلے میں شریعت کے حضراتِ ماہرین کے پاس جا کر اپنی ساری بات پیش کرے، کہ اپنی بیوی کے ساتھ میرا یہ معاملہ ہے، آپ اس کا حل مجھے بتائیے اب وہ حضرات آپسی موافقت کے لیے شریعت نے جو ہدایات دی ہیں، وہ اس کو بتائیں گے۔ اگر ان ہدایات پر عمل کرنے کے بعد بھی نباہ نہیں ہوتا، تو علیحدگی کے لیے جو طریقہ شریعت نے بتلایا ہے، یہ حضرات وہ طریقہ بتلائیں گے، اس کے مطابق علیحدگی اختیار کریں۔

قرآنِ پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک سورت نازل فرمائی ہے، اس کا نام ہی

سورۂ طلاق ہے: یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ طلاق کب دینی چاہیے؟ طلاق دینے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلایا۔

ہماری لاپروائی……:

لیکن آج کوئی مسلمان طلاق دینے سے پہلے اس سلسلے میں مسئلہ پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا، بلکہ اپنے طور پر ایک اقدام کرلیتا ہے، اس کے بعد جب مسئلہ الجھتا ہے، تو علماء کے پاس آتا ہے اور وہ بھی بالکل بے وقت!

کسی بھی وقت آجاؤ……:

دنیا کے جو قانون دان ہیں، وُکلاء وغیرہ۔ ایک تو یہ کہ وہ فیس لیتے ہیں، کوئی بھی وکیل بغیر فیس کے آپ کو کوئی مشورہ نہیں دے گا، قانون سے متعلق کوئی بھی چیز بغیر پیسے لیے نہیں بتلائے گا۔ جتنا بڑا وکیل ہے، اسی کے مطابق اس کی فیس بھی زیادہ ہوگی، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کیجیے کہ دین کے مسائل، احکام اور قانون سے واقفیت رکھنے والا مفتیوں، فقہاء اور اہلِ علم کا طبقہ کسی قسم کی فیس لیے بغیر آپ کو مسائل بتاتا ہے، لیکن وہاں پیسہ دے کر ان سے معلومات حاصل کرتے ہیں، پھر بھی ان کا پورا لحاظ کرتے ہیں: ان کا آفس کا ٹائم کیا ہے؟ وہ کب ملیں گے؟ ان کی ساری چیزوں کا خیال رکھیں گے اور اِدھر مفتی ایک ایسا آ گیا کہ کسی بھی وقت آجاؤ۔

ایک ذاتی واقعہ:

ایک مرتبہ رات کے ڈیڑھ بجے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا، میں نے دروازہ کھولا ہمارے ڈابھیل کے قریب، نوساری کے پڑوس کے ایک گاؤں کے چار آدمی تھے، وہ طلاق

کا ایک مسئلہ پوچھنے لگے۔ میں نے پوچھا کہ یہ واقعہ کب پیش آیا؟ جواب دیا کہ واقعہ تو آٹھ دن پہلے پیش آیا تھا۔ میں نے کہا کہ آٹھ دن سے یہ واقعہ ہوا ہے، اور آپ رات کو ڈیڑھ بجے مجھے مسئلہ پوچھنے کے لیے آ رہے ہیں!! ایسی کون سی ضرورت پیش آ گئی؟ کوئی لحاظ ہی نہیں۔

قبیلۂ بنوتمیم کی بے وقت آمد:

قرآنِ پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سلسلے کا ادب سکھلایا ہے، قبیلۂ بنوتمیم کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عین دوپہر کے وقت حاضر ہوا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے تھے، اور باہر ہی سے چلّانا شروع کیا: یا محمد! اُخرُج (اے محمد! باہر آیئے) ہم آپ سے مفاخرہ کرنا چاہتے ہیں۔

مفاخرہ کی حقیقت:

زمانۂ جاہلیت میں جب دو قبیلے آپس میں ملتے تھے، تو ہر ایک مجمع میں اپنی فضیلتیں اور خوبیاں بیان کرتا تھا، پھر فیصلے ہوتے تھے کہ کون جیت گیا، کون غالب رہا؟ اس کو مفاخرہ کہا جاتا تھا۔

تو انھوں نے کہا کہ آپ باہر تشریف لایئے، اگر ہم کسی کی تعریف کر دیں، تو وہ اس کے لیے باعثِ زینت ہے اور کسی کی مذمت کر دیں، تو اس کے لیے باعثِ عیب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ شان تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے، دنیا والوں کی تعریف سے کیا زینت حاصل ہوگی اور دنیا والوں کی مذمت سے کیا بے عزتی ہونے والی ہے؟[1]

---

(۱) دلائل النبوۃ، باب وفد عطارد بن حاجب فی بنی تمیم۔

آداب حضوری کے قرآں سے کوئی سیکھے:

بہر حال! ان لوگوں کا دوپہر کو نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر، آپ کو آواز دے کر باہر بلانا اور مفاخرے کے لیے مجبور کرنا؛ اللہ تبارک تعالیٰ کو نا گوار گذرا۔ اسی پر اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں آیتیں نازل فرمائیں: اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَكَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ.وَلَوۡ اَنَّهُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰى تَخۡرُجَ اِلَيۡهِمۡ لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ. ﴿الحجرات:۴،۵﴾ (جو لوگ آپ کو باہر سے آواز دے کر بے وقت باہر نکلنے کے لیے مجبور کر رہے ہیں، ان میں سے اکثر وہ ہیں جو عقل اور سمجھ نہیں رکھتے، اگر وہ ٹھہر جاتے صبر سے کام لیتے، یہاں تک کہ آپ اپنے وقت پر باہر تشریف لاتے، تو وہ ان کے لیے بہتر تھا)۔

پگھلنا علم کی خاطر مثالِ شمع زیبا ہے:

صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا، تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے دوسرے ہم عمر ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو! نبی کریم ﷺ تو دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں، اب براہِ راست آپ سے فیض حاصل کرنا تو ممکن نہیں رہا، لیکن آپ کے بڑے بڑے صحابہ ابھی موجود ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں موقع عطا فرمایا ہے کہ ہم ان سے فیض حاصل کریں، چناں چہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے آپ کو اس میں لگا دیا، حضرت ابی کعبؓ جو سید الانصار ہیں، جن کو بارگاہِ رسالت سے أَقْرَأُهم أُبيٌّ کا خطاب ملا ہے، جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کے پاس کبھی عین دوپہر کے وقت جاتے تھے، وہاں کی دوپہر! مزید برآں ہوا چل رہی ہے، ریت اڑ رہی ہے، ان کے چہرے

اور کپڑوں کو ریت ڈھانپ رہی ہے، اس کے باوجود باہر دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، ان کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں، دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے۔

......ہمیں اسی طرح حکم دیا گیا ہے:

جب حضرت ابیؓ باہر تشریف لاتے اور دیکھتے کہ ابن عباسؓ باہر بیٹھے ہوئے ہیں، تو چوں کہ ان کی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رشتہ داری (چچازاد بھائی) تھی، تو ان کو دیکھ کر فرماتے کہ تم نے دروازہ کیوں نہیں کھٹکھٹایا؟ آواز دے دیتے، تو فرماتے: نہیں! ہمیں اسی طرح علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ آدھا آدھا دن انتظار میں گذر جاتا تھا لیکن دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے، ان کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے۔[١]

العالم في قومه كالنبي في أمته:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ قرآنِ پاک میں اللہ تبارک تعالیٰ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ فرمایا ہے، اور کسی عالم کا وجود لوگوں کے لیے ایسا ہی ہے جیسے کہ نبی کا وجود تھا؛ اس لیے ان کے ساتھ اسی طرح ادب کے ساتھ پیش آنا چاہیے، جیسا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب بتایا ہے؛ اس لیے میں نے دروازہ نہیں کھٹکھٹایا کہ آپ جب اپنے وقت پر نکلیں گے تو میں پوچھ لوں گا۔

تو قرآن اور شریعت میں اس سلسلے میں ساری تفصیلات بتلائی ہیں۔

آمدم برسرِ مطلب:

بات یہ چل رہی تھی کہ شریعت نے ہمیں اس بات کا مکلف کیا ہے کہ کوئی بھی کام

---

(١) روح المعاني ج ٩ ص ٣٣٢.

انجام دینے سے پہلے اس سے متعلقہ شریعت کی ہدایات حاصل کریں۔ بہت سے لوگ طلاق دے دیتے ہیں اور بعد میں آکر پوچھتے ہیں۔ اب ان کے لیے کوئی راستہ نہیں بچا ہے۔

چوں ورع شد یار با علم و عمل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جواب میں فرمایا: ایک ساتھ تین طلاق دے کر تو اللہ کا نافرمان اور گناہ گار بنا اور تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی۔ وہ کہتا ہے: اے ابن عباس! میرے لیے کوئی راستہ نکالیے، تو فرمایا کہ تیرے لیے کیا راستہ نکالیں! اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں: وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴿الطلاق:۲﴾ (جو اللہ سے ڈرتا ہے یعنی اللہ کے حکم پر عمل کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لیے راستہ نکالتے ہیں) تو نہ ڈرا اور نہ طلاق کے سلسلے میں شریعت کی ہدایات کے بارے میں پوچھا، تو اب تیرے لیے کیا راستہ ہوسکتا ہے! کوئی راستہ نہیں ہے۔[۱]

ترکے سے متعلق خلافِ شرع کاروائی:

کسی بھی کام کو انجام دینے سے پہلے اس کام کے متعلق شرعی ہدایات کو علماء سے معلوم کرو۔ بہت سے لوگ وصیت کرتے ہیں اور ان کے انتقال کے بعد جب ان کا وصیت نامہ دارالافتاء میں مفتیوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ یا اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو اس طرح تقسیم کردیا کہ ہبہ کے لیے شریعت کے قوانین واصول اور تفصیلات کا لحاظ نہیں کیا، پھر اولاد میں آپسی کوئی جھگڑا ہوا، اب یہ معاملہ دارالافتاء میں مفتی صاحب کے پاس پہنچے، تو

---

(۱) سنن أبي داود، عَنْ مُجَاهِدٍ، باب نَسْخِ الْمُرَاجَعَةِ بَعْدَ التَّطْلِيقَاتِ الثَّلَاثِ.

مفتی صاحب کہیں گے کہ تمھارے ابّا نے جو کچھ کیا، وہ شریعت کے خلاف ہے، صحیح نہیں! ۔تو یہ لوگ اس کو برداشت نہیں کرتے اور مفتی صاحب کو برا بھلا کہتے ہیں۔

ایسی بہت ساری چیزیں آج کل ہو رہی ہیں؛ اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ ہر کام کے سلسلے میں پہلے شرعی احکام معلوم کرلیں پھر اس کے مطابق عمل کریں، شریعت نے ہمیں اس چیز کا پابند بنایا ہے۔

حضراتِ صحابۂ کرامؓ کا معمول:

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جب کوئی بات پیش آتی تھی تو حضراتِ صحابۂ کرامؓ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرتے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کا انتظار فرماتے تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس مسئلے کو حل کیا جاتا تھا۔

اِفتاء اور اِستفتاء کا مطلب:

اِفتاء کا مطلب ہے کسی حکمِ شرعی کو بتلانا۔ اور اِستفتاء یعنی جس کے علم اور تقویٰ پر اطمینان ہو، اس سے حکمِ شرعی دریافت کرنا۔ سب لوگ فقہ، قرآن اور حدیث کے علوم سے واقف نہیں ہیں۔ جب اُن کو کبھی ایسی کوئی ضرورت پیش آتی ہے، تو وہ کسی ایسے آدمی کی طرف رجوع کرتے ہیں، جس کے علم اور تقویٰ پر ان کو اعتماد ہو۔ علم اور تقویٰ ان دو چیزوں پر اطمینان کی وجہ سے وہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ میں جو چیز اس سے پوچھوں گا، وہ شریعت کے مطابق صحیح صحیح بتلائے گا اور میں اس پر عمل کروں گا۔

مفتی ایک پُل کی طرح……:

اس لیے مفتی کی ذمہ داری بھی بہت بڑھ جاتی ہے، گویا وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نائب

بن کر اس کو جواب دیتا ہے۔ خدانخواستہ اس نے عجلت سے کام لے کر کوئی غلط جواب دے دیا، تو یہ تو بے چارہ جاہل اور ناواقف تھا، اس نے آپ سے اس مسئلہ معلوم کر کے اس پر اس لیے عمل کیا کہ وہ اس کو اللہ کا حکم سمجھ رہا ہے، اور اگر آپ نے غلطی کی ہے تو ساری ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے؛ اسی لیے مفتی کو لوگوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درمیان ایک پُل اور واسطہ قرار دیا گیا ہے۔

تو سوال کرنا اِستفتاء اور جواب دینا اِفتاء ہے۔ قرآن میں باری تعالی فرماتے ہیں: يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ﴿النساء: ۱۷۶﴾ (اے نبی! آپ سے یہ لوگ حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کلالے کے سلسلے میں حکم بتلا رہے ہیں)۔

القاب دینیہ در حقیقت صفاتِ الٰہیہ:

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیّب صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ جو دینی القاب ہیں: حافظ، قاری، مقری، مفتی۔ یہ اصل تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام ہیں، اللہ تعالیٰ کے القاب ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے متعلق فرماتے ہیں: قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ. ﴿النساء: ۱۷۶﴾ (اللہ تعالیٰ فتویٰ دیتے ہیں) گویا اللہ مفتی ہیں۔ اسی طرح سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ﴿الاعلی: ۶﴾ اللہ مقری ہیں۔ اسی طرح فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ. ﴿القیامۃ: ۱۸﴾ اللہ تعالیٰ قاری ہیں۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿الحجر: ۹﴾: اللہ تعالیٰ حافظ ہیں۔ الغرض! حافظ، قاری، مقری، مفتی، یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، اس کے نام ہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ شاہانہ القاب اپنے ان بندوں کو عطا فرمائے، جو ان خدمات کو انجام دیتے ہیں، یہ ان کا بہت بڑا اعزاز ہے۔

مقرر اور مفتی میں فرق:

یہ شاہی القاب جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے دیے گئے، ان کی بھی بڑی ذمہ اری ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک آدمی عام مجمع میں تقریر کرتا ہے، دین کی باتیں بتلاتا ہے اور لوگ سنتے ہیں۔ اب پتہ نہیں کتنے لوگ اس کو یاد رکھیں گے اور کتنے بھول جائیں گے؟ اور یاد رکھنے والوں میں سے کتنے اس پر عمل کریں گے اور کتنے عمل نہیں کریں گے؟؟؟ اس کی کوئی گارنٹی نہیں دی جاسکتی۔

لیکن ایک آدمی آپ سے پوچھ رہا ہے کہ فلاں مسئلے کے سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس کا آکر آپ سے پوچھنا، اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس پر عمل کرنا چاہتا ہے، اس لیے یہ بڑی اہم چیز ہے۔

مفتیٔ اعظم کا مستفتیوں کے ساتھ سلوک:

اسی لیے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے حالات میں لکھا ہے کہ کبھی کسی بھی وقت کوئی مستفتی آتا- اگرچہ مستفتیوں کو تو چاہیے کہ مفتیانِ کرام کے اوقات کا خیال کریں جیسا کہ شروع میں، میں نے عرض کیا- یہاں تک کہ حضرت کھانا کھا رہے ہیں اور کوئی آتا، تو حضرت کھانا روک کر جواب دیتے تھے، اور لکھ کر دیتے تھے، یہ حضرت مفتیٔ اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے حالات میں لکھا ہے۔

افتاء کا طریقہ ماہر مفتی سے سیکھے:

فتویٰ نویسی بہت بڑی ذمہ داری ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلِ علم، مفتیوں پر ڈالی ہے؛ لہٰذا اس سلسلے میں عجلت سے کام نہ لیا جائے۔ اس کے لیے بہ کثرت مطالعہ ضروری

ہے۔آپ نے شرحِ عقود کے اندر پڑھا ہوگا، علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے کہ کوئی آدمی ایسا ہے کہ اس کو فقہ کی ساری کتابیں یاد ہیں، تو بھی اس کے لیے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، جب تک کہ کسی ماہر مفتی کی خدمت میں رہ کر اس کی مشق اور پریکٹس اور اس کا طریقہ حاصل نہ کرلے اس لیے کہ جاننا الگ چیز ہے، اور فتویٰ دینے کے لیے جس مزید بصیرت اور صلاحیت کی ضرورت ہے، وہ جب تک کسی ماہر مفتی کی خدمت میں نہیں رہے گا، حاصل نہیں ہوگی۔

بصیرت ضروری ہے:

ہمارے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ بڑوں کی خدمت میں رہنے کا اصل مقصود ان کے مزاج کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔علم تو کتابوں سے حاصل کرلیا ہے، لیکن ان کے ساتھ رہ کر ان کے مزاج کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے؛ تاکہ بصیرت پیدا ہو۔ اور بصیرت ہی ایسی چیز ہے جو اس سلسلے میں کارآمد ہوتی ہے۔

حالاتِ حاضرہ سے ناواقف جاہل ہے:

اور جیسا کہ آپ نے شرحِ عقود میں پڑھا ہوگا: من لم یعرف أهل الزمان فهو جاهل (جو آدمی اپنے زمانے کے لوگوں سے واقف نہ ہو، یعنی ان کے مزاج وحالات اور ان کی مشکلات سے تو وہ جاہل ہے)۔

ایک مفتی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے زمانے کے حالات سے بھی واقف ہو؛ اس لیے موجودہ مسائل، لوگوں کے آپسی معاملات کا بھی جاننا ضروری ہے۔جیسا کہ ابھی (اس سے پہلے کے بیان میں) آپ کو بتلایا گیا کہ دورِ حاضر کے تجارت کے طریقوں کے سلسلے میں ان کی طرف سے مزید تحقیق کی گئی اور تجّار کو جمع کیا گیا اور ان کو اس سے واقف کیا گیا۔

موجودہ طور وطریق سے واقفیت:

چوں کہ ایک تو وہ مسائل ہیں جو ہم کتابوں میں دیکھتے ہیں، وہ اُس زمانے معاملات کے اعتبار سے لکھے ہوئے ہیں اور آج لوگ جس انداز سے معاملات کرتے ہیں، شریعت اس سلسلے میں کیا ہدایت دیتی ہے؟ کیا حکم دیتی ہے؟ اس کے لیے لوگوں کے طور وطریق سے واقفیت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

امام محمدؒ بازار میں لوگ کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں، اس کو معلوم کیا کرتے تھے؛ تاکہ اس کے مطابق لوگوں کو شرعی حکم بتلانا آسان ہو جائے۔ مفتیوں کی یہ بھی ذمہ داری ہے۔

پہلے صورتِ مسئلہ سمجھے:

ہمارے زمانے میں سائنس نے خوب ترقی کر لی ہے، سائنس کی اس ترقی کے نتیجے میں بہت سے ایسے مسائل پیدا ہوئے ہیں، جن کے بارے میں لوگوں کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ پہلے تو اصل صورتِ مسئلہ کو، معاملے کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے، جب تک کہ اس کو سمجھے گا نہیں، تب تک اس سلسلے میں شریعت کا حکم کما حقہ بتلا نہیں سکتا؛ اس لیے پہلے اس کو سمجھے، سارے معاملات سے واقفیت ہو۔

ماہرین کی بھی مدد لے:

خاص کر کے ہر لائن کے ماہرین سے رابطہ کر کے معاملات کو سمجھنے کی کوشش کرے، کسی چلتے پھرتے، عام آدمی سے پوچھنا کافی نہیں، پھر اس سلسلے میں شریعت کا حکم کتابوں میں دیکھ کر خوب غور وفکر کے بعد، اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے وہ حکم بتلانے کی اور

اس کی طرف خوب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی:

اس کے لیے رجوع اور انابت الی اللہ بھی بہت ضروری ہے۔ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی آدمی میرے پاس آ کر کہتا ہے کہ مجھے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا ہے، تو اس کے مسئلہ پوچھنے سے پہلے میں فوراً اپنے دل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اللہ سے کہتا ہوں کہ اے اللہ! تیرا یہ بندہ مجھ سے جو مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے، اس کا صحیح حکم بتلانے میں تو میری رہنمائی فرما۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رہنمائی کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا، خالی علم کام آنے والا نہیں ہے۔

سارے مسائل کا میرے پاس جواب ہے!

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ سارے مسائل کا میرے پاس جواب ہے۔ لوگ سن کر حیرت زدہ ہوگئے، کہ ایسا تو کون آدمی ہوسکتا ہے کہ جس کے پاس سارے سوالوں کا جواب ہو! تو حضرتؒ نے فرمایا کہ جو جانتا ہوں، پہلے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوں، پھر جو معلوم ہوتا ہے، وہ بتا دیتا ہوں اور جو معلوم نہیں ہوتا، اس کے متعلق کہہ دیتا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں۔

"لاأدری" سیکھنا بھی ضروری ہے:

"مجھے معلوم نہیں" کو سیکھنا بھی ضروری ہے۔ آج کل اسی حُبِّ جاہ کے نتیجے میں مفتیوں میں ایک مرض یہ پیدا ہوتا جا رہا ہے کہ کسی کے سامنے میری جہالت ظاہر نہ ہو۔ یہ غلط چیز ہے۔ امام مالکؒ سے ۴۸ ؍مسائل پوچھے گئے اور ان میں ۳۶ ؍مسائل کے بارے میں

انھوں نے کہا: لاأدري اور ۱۲/مسائل کا جواب عطا فرمایا۔ اس نے کہا کہ لوگوں سے کیا کہوں؟ تو کہا کہ کہنا: لاأدري۔

"لاأدری" بھی علم ہے:

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جو آدمی شریعت کے کسی حکم کو جانتا ہے تو لوگوں کو بتائے، اور نہیں جانتا تو یوں کہے کہ میں نہیں جانتا۔ یہ "میں نہیں جانتا" کہنا بھی علم ہے۔[۱] جو آدمی علم کی حقیقت سے واقف ہوگا، وہ یہی جواب دے گا۔

شاگردوں کو بھی "لاأدری" سکھاؤ!!!

امام مالکؒ فرماتے تھے: اپنے شاگردوں کو لاأدري کہنا بھی سکھاؤ!!! یعنی ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جو چیز ہمارے علم میں نہیں ہے، وہ ہمیں نہیں بتلانی چاہیے، اور اس کے متعلق صاف اقرار کرنا چاہیے کہ ہم اس کا حکم نہیں جانتے، ہم کتابوں میں دیکھیں گے، اپنے اساتذہ سے پوچھیں گے، اس کے بعد ہمیں اطمینان اور انشراح ہوگا تو بتلائیں گے۔

خدائی اور نبوت کا دعویٰ:

حضرت پیرانِ پیرؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مرید کو رخصت کرتے وقت ان سے فرمایا کہ دیکھو! کبھی خدائی کا دعویٰ مت کرنا اور کبھی نبوت کا دعویٰ مت کرنا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت! میں اتنی مدت آپ کی خدمت میں رہا، کیا پھر بھی آپ کو میرے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ میں ایسا کوئی دعوی کروں گا؟ تو حضرتؒ نے جواب دیا کہ دیکھو!

---

(۱) صحیح البخاری، سورۃ العَنکَبوتِ، رقم الحدیث: ۴۷۷۴.

جب کوئی آدمی کہے کہ میں جو کہوں، ویسا ہی ہو تو یہ خدائی کا دعویٰ ہے اور ”میں جو کہتا ہوں، وہی صحیح ہے“ یہ نبوت کا دعویٰ ہے۔

……پھر اصرار کیوں؟؟؟:

اس سلسلے میں آج کل بڑا غلو ہوتا جا رہا ہے۔ ائمۂ مجتہدین، ہمارے چاروں ائمہ ہیں: (۱) امام ابوحنیفہ (۲) امام مالک (۳) امام شافعی (۴) امام احمد رحمہم اللہ۔ جب ان حضرات کے مسائل کتابوں میں پڑھتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ یہ اجتہادی مسائل ہیں، اس سلسلے میں ہمارا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ ہم جس کو مانتے ہیں، وہ صواب ہے اور اس میں خطا کا احتمال ہے، اور دوسرا جو کہتا ہے وہ خطا ہے اور اس میں صواب کا احتمال ہے۔ اس سلسلے میں جب ہمارا نظریہ یہ ہے تو اپنے فتاویٰ کی صحت پر اصرار کیوں ہو؟

رجوع کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں:

ہم اپنے پاس آنے والے سوالات کے جوابات دیتے ہیں، آج کل یہ عام مزاج بنتا جا رہا ہے کہ جس نے فتوی دیا، وہ اس کی صحت پر مُصر ہوتا ہے۔ مجھے تو اس سے بہت نفرت ہے۔ میں اپنے پاس پڑھنے والوں کو تاکید کرتا ہوں کہ کبھی بھی اپنے فتوے پر اصرار مت کرنا، بلکہ اگر کوئی اس کی تردید کرتا ہے، تو اس سے کہو کہ اپنے دلائل پیش کرو اور اس کے دلائل میں غور کرو۔ اگر اس کے دلائل آپ کی سمجھ میں آ رہے ہیں، تو آپ اپنی بات سے رجوع کر لیجیے، ورنہ آپ اپنی بات پر قائم رہیے، لیکن اس سے جھگڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ اسلامی طریقہ نہیں:

آج کل جو یہ مزاج بنا ہوا ہے کہ ”میں جو کہہ رہا ہوں، اسی پر عمل ہونا چاہیے“ اور

یہاں افریقہ میں تو ایسے مسائل جن میں اولویت میں اختلاف ہوتا ہے، ایسے مسائل میں ایک دوسرے کو گمراہ قرار دیا جاتا ہے، فاسق قرار دیا جاتا ہے۔ یہ کوئی اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ اپنے آپ کو اس سے بہت زیادہ بچانے کی ضرورت ہے۔

اگر مستفتی کہے کہ فلاں مفتی یوں کہتے ہیں، تو اس سے کہو کہ اگر تم کو فلاں کے اوپر اعتماد ہو، تو تم اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کے یہاں جواب دہی کا خیال کر کے اس کے فتوے پر بھی عمل کر سکتے ہو۔

اختلافی مسائل میں اکابر کا رویّہ:

ہمارے حضرت شیخ زکریاؒ نے آپ بیتی میں لکھا ہے کہ بعض مسائل وہ تھے کہ جن میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور میرے والد حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کے درمیان اختلاف تھا، تو کوئی آدمی ان میں سے کوئی مسئلہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے پوچھنے آتا، تو آپ فرماتے کہ دیکھو! یہ مسئلہ میرے نزدیک اس طرح ہے لیکن اگر تم چاہو تو مولانا یحییٰ صاحب سے پوچھ سکتے ہو۔ ان کے نزدیک اس کا دوسرا حکم ہے۔ تو ہمارے اکابر کے یہاں بھی اس چیز کا لحاظ کیا جاتا تھا؛ اس لیے اپنے فتوے پر اصرار اور دوسرے کے فتوے کی تردید و تنقیص نہیں ہونی چاہیے۔ اپنی صلاحیتوں کو مثبت انداز میں استعمال کیا جائے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ”لاأدری“ کہا ہے:

اگر کسی مسئلے سے ہم خود واقف نہیں تو صاف انکار کر دیا جائے۔ خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی چیزیں پوچھی گئیں۔ ایک مرتبہ ایک یہودی عالم نے پوچھا: أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ؟ (زمین کا کون سا حصہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک افضل اور بہتر ہے؟) تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

جواب میں فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں، جبرئیل آئیں گے، تو میں ان سے پوچھ کر بتلاؤں گا۔ حضرت جبرئیلؑ آئے، نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں، میں اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر بتلاؤں گا۔[۱]

جب نبی کریم ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ کہیں کہ مجھے معلوم نہیں، تو اگر ہم اور آپ "مجھے معلوم نہیں" کہیں گے، تو کون سا مرتبہ گھٹنے والا ہے؟ یہ مزاج بنانے کی ضرورت ہے۔

حضرت فقیہ الامت رحؒ کا عمل:

ہمارے حضرتؒ کو دیکھا۔ حضرت کا علم کتنا مستحضر تھا، جنھوں نے حضرت کو دیکھا ہے اور خاص کر صحت کے زمانے میں دیکھا ہے، ان کو اس کا اندازہ ہوگا، لیکن بعض مرتبہ حضرت فرماتے کہ مجھے معلوم نہیں۔ تو "مجھے معلوم نہیں" کہنے سے آپ کا مرتبہ گھٹتا نہیں، بلکہ آپ پر اعتماد بڑھتا ہے۔ سننے والا یہ محسوس کرے گا کہ دیکھو! اس سلسلے میں ان کو انشراح نہیں ہے تو مجھے جواب نہیں دیا۔ اس کی وجہ سے لوگ دوسروں کی طرف رجوع کرنے کے بجائے آپ کی طرف رجوع کریں گے۔

ایک فیملی مفتی بھی ہونا چاہیے:

یہاں جتنے بھی مسلمان ہیں، میں ہر ایک کو تاکید کرتا ہوں: دیکھو! ہر ایک اپنی ضروریات میں جس پر اعتماد ہوتا ہے، اس لائن کے آدمی کو اپنے لیے تجویز کرتا ہے: جیسے آپ کا ایک فیملی ڈاکٹر ہوتا ہے، ایک فیملی وکیل ہوتا ہے، خاص کر کے جو کمپنی والے ہوتے ہیں، جن کو عام طور پر سرکاری قوانین سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، وہ باقاعدہ اپنے لیے ماہر

---

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی، عَن ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، باب فَضْلِ الْمَسَاجِدِ الخ

وکیل کی خدمات حاصل ہیں، اور ان کے لسٹ میں باقاعدہ مشیرِ خاص کا نام بھی لکھتے ہیں کہ ہماری کمپنی کا قانونی مشیر یہ ہے، تو اسی طرح ایک مفتی سے رابطہ قائم رکھیے اور جب بھی کوئی معاملہ پیش آئے، اس کی طرف رجوع کی عادت ڈالیے؛ تاکہ آپ کے لیے احکامِ شرع پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

اس جہاں میں کوئی کامل ومکمل نہیں ہوتا:

بہر حال! یہاں یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے، یہاں سے فارغ ہو کر جانے والے ان بچوں سے خاص طور پر کہوں گا کہ بھائی! دیکھو! آپ اپنے آپ کو کامل ومکمل نہ سمجھیں، موت تک آدمی اپنے آپ کو طالبِ علم سمجھتا رہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے متعلق حضرت مولانا مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ والد صاحب فرماتے تھے کہ قرآن، حدیث اور فقہ پڑھاتے ہوئے اور فتویٰ دیتے ہوئے ساٹھ سال ہو گئے، پھر بھی نماز میں کوئی ایسی صورت پیش آتی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد فقہ کی کتابیں کھول کر بیٹھنا پڑتا ہے، ڈھونڈنا پڑتا ہے! نماز کے مسائل میں!! دوسرے مسائل کی بات نہیں ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی آدمی بھی کامل ومکمل نہیں ہے۔

اسعدؔ مطالعے میں گزاروں تمام عمر:

مطالعے کی بھی عادت ڈالیے۔ آج ایک مزاج یہ بھی بنتا جا رہا ہے کہ بس سرسری طور پر دیکھ لیا۔ نہیں! آپ کا مطالعہ گہرا اور کثرت سے ہونا چاہیے۔ ہمارے حضرتؒ کو دیکھا – حالاں کہ ہمارا حضرت کی خدمت میں حاضری کا جو موقع ہوا تھا، اس کے بعد تو چند سال ہی حضرت نے یہ سلسلہ جاری رکھا – بڑے اہتمام سے، کثرت سے مطالعہ کرتے تھے اور بڑے انہماک

سے مطالعہ کرتے تھے۔ حضرت کی عادت تھی، باقاعدہ فہرست بناتے تھے۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا مطالعہ

مفتیوں کو چاہیے کہ مکمل، بالاستیعاب پورے فن کا مطالعہ کریں، کسی بھی فن کی کتاب ہو، فقہ کی کتاب ہے تو از اول تا آخر پڑھیں۔ حضرت جی حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے ''فتاویٰ عالمگیری'' کا دو مرتبہ بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ آپ اہلِ علم سنیں گے، تو حیرت ہوگی کہ آج کل مفتی حضرات بھی اس طرح بالاستیعاب مطالعہ نہیں کرتے۔ حضرتؒ نے اتنا اہتمام کیا تھا، تو ضرورت ہے کہ ہمارا مطالعہ وسیع اور کثیر ہو۔

جواب دینے میں عجلت نہ کریں:

اپنے اساتذہ کی طرف رجوع ہو، مسائل کے سلسلے میں آپس میں بار بار مذاکرہ ہو۔ کسی بھی مسئلے میں اور خاص کر جدید مسائل کے سلسلے میں جواب دینے میں عجلت سے کام نہ لیا جائے، بلکہ خوب غور وفکر اور کتابوں کی طرف مراجعت کے بعد جواب دینے کا اہتمام کریں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسی شخصیت سے جب مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے ایک مہینے کی مہلت مانگی۔

اگر ان چیزوں کی رعایت کرتے ہوئے آپ خدمات انجام دیں گے تو اِن شاء اللہ تعالیٰ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سے کام لیں گے۔

اپنی ذاتی اصلاح کو اولین ترجیح دیجیے:

اور اپنا اصلاحی تعلق - جہاں بھی آپ کا قلبی رجحان ہو - قائم کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کیجیے۔ باجماعت نماز کا اہتمام کیجیے۔ مفتی ہے لیکن جماعت سے نماز نہیں پڑھتا

لوگ کہتے ہیں کہ مفتی صاحب تو جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے، اب اس کے فتوے پر کون عمل کرے گا؟

اپنی بربادی کے ہم خود ذمہ دار ہیں:

یہاں بھی لوگ کہتے ہیں کہ جہاں جہاں اہلِ علم مدرسے میں پڑھانے والے ہوتے ہیں، وہاں ان کی امامت کی باری ہے، تو جس دن جس کی باری ہوتی ہے، اس دن وہ حضرت فجر کی نماز میں موجود ہوتے ہیں، لیکن جن کی باری نہیں ہوتی، وہ موجود نہیں ہوتے۔ ہماری ان کوتاہیوں کا نتیجہ ہے کہ علماء کا وقار ختم ہو کر کے رہ گیا ہے۔

عمل میں علماء کا مقام عوام سے بلند ہو......:

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردوں کو جو نصیحتیں کی ہیں، صاحبِ اشباہ نے ایک مستقل فصل میں اس کو ذکر کیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کو جو نصیحتیں کی ہیں، ان نصیحتوں میں ایک نصیحت یہ بھی ہے کہ عمل کے معاملے میں تمھارا مقام عوام سے اونچا ہونا چاہیے۔ مان لیجیے کہ عوام اگر اوّابین کی چار رکعت پڑھتے ہیں، تو آپ چھ پڑھیے اور اگر وہ چھ پڑھتے ہیں، تو آپ آٹھ پڑھیے۔ وہ اگر روزانہ ایک پارہ تلاوت کرتے ہیں تو آپ دو پارے کی تلاوت کیجیے۔ وہ اگر نماز باجماعت کا اہتمام کرتے ہیں، تو آپ کو صفِ اول اور تکبیرِ اولیٰ کا اہتمام کرنا چاہیے۔

انگشت نمائی کا موقع نہ دیں:

عمل کے معاملے میں آپ کا مقام عوام سے گھٹا ہوا نہیں ہونا چاہیے، ورنہ وہ یوں کہیں گے ــ یہ امام ابوحنیفہؒ کا جملہ ہے ــ کہ میری جہالت نے مجھ کو جتنا فائدہ پہنچایا، اس عالم کے علم نے اس کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا؛ اس لیے ضرورت ہے کہ اہلِ علم اپنا عملی پہلو مضبوط کریں۔

معاملات کو درست رکھیں اور دیانت کے تقاضوں پر زیادہ سے زیادہ عمل کا اہتمام کریں۔ ذرّہ برابر بھی اس میں کوتاہی نہ ہو۔ ہمارے اکابر کے یہاں اس کا بڑا اہتمام تھا۔

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں:

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ مفتی نہیں تھے، ہمارے حاجی امداد اللہؒ کے شیخ ہیں۔ ایک مرتبہ ایک مجلس میں کسی نے اچھی آواز میں اشعار پڑھنا شروع کیا، تو اس کو روک دیا اور فرمایا کہ سماع بلا مزامیر بھی علماء کے درمیان مختلَف فیہ ہے۔ سماع مع المزامیر تو ناجائز ہے، اور لوگ کبھی کبھی مجھے امامت کے لیے مصلّے پر کھڑا کر دیتے ہیں۔ یہ احتیاط تھی ہمارے اکابر کی؛ اس لیے چاہیے کہ ہم ان چیزوں کا اہتمام کریں۔ اگر آپ اس پر عمل کریں گے، تو اِن شاءاللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ برکت عطا فرمائیں گے اور عزت واحترام کے اس مقام پر پہنچائیں گے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس سلسلے کو قبول فرمائے اور اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ادارے کی دیگر مطبوعات

نمبر شمار	اسماءِ کتب
١	جدید معاملات کے شرعی احکام
٢	بہارِ نبوت (اول) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری نمبر
٣	بہارِ نبوت (ثانی) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری نمبر
٤	برما اور عالمی حالات اپنا طرزِ زندگی درست کیجیے (اردو، گجراتی)
٥	آیئے! نماز صحیح کریں (گجراتی، اردو)
٦	علمی وعرفانی شہ پارے
٧	چراغِ سہارنپور
٨	دعا ایسے مانگیں (گجراتی، اردو)
٩	آسان درسِ قرآن (سورۂ فاتحہ)
١٠	آسان درسِ قرآن (معوذتین تا سورۂ کافرون)
١١	بیعت ہونے والوں کو ہدایات
١٢	القول المبين في ذكر المجاز والمجيزين
١٣	مفتیانِ کرام سے رہنما خطاب (حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری)
١٤	درسِ مسلسلات: چند یادداشتیں

DARUL HAMD RESEARCH INSTITUTE

SODAGARWADA, SURAT,GUJARAT (INDIA)

+91 9173103824, 9537860749